

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیۃ الوجوبیہ کے عنوان کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت صفات کو اصل کے ساتھ ملا یا گیا ہے۔ اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا کچھ معنی نہیں تھا۔ مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے۔ اور حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پاٹی جانے والی صفات سب کو ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔ اس وقت شرک خفی کے بعض باریک اور دقیق اقسام سے بھی خلاصی اور نجات میسر آ گئی۔ اس وقت نہ عرش رہا نہ فرش۔ نہ زمان رہا نہ مکان اور نہ ہی جہات اور حدود۔ اگر سالہا سال غور کرتا رہوں تو بھی یہ بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا اور مخلوق ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے کی شکل میں جسے کسی شخص نے پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔ اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا لیکن یہ شخص کے عنوان سے منسوخ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا اور اس تعین کے کپڑے کو اپنے سے الگ دیکھا۔ اور وہ نور جو اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ ایک گھڑی بعد وہ نور نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت ہی باقی رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و سقم معلوم ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علیہ ہے جس طرح وجوب اور امکان کے درمیان واسطہ کہ اس کی ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔ اور وہ پوست (چمڑا) جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس پوست کے آخر پر جو دیکھا تو اس سے اس بدنس (واسطہ) تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان بدنس اور واسطہ محسوس کیا۔ لیکن غائر و آفاق کی نظر سے تھا اور یہ نفس کی نظر سے۔ اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا تو وقت تحریر یا د نہ رہا۔ اسے ذہن میں رکھیں۔



جو کچھ دیکھا اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو حیرت اور نادانی ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شہدے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی صورت معرفت باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض واقعات کے بیان عاجز ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اعتقاد نہیں کرتا۔ اسی مناسبت سے عرضداشتوں میں کوتاہی کر بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس بات کا امیدوار ہے کہ آپ کی بلند درجات سے کہنے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

بے عنایت حق و خاصان حق! گر ملک باشد سیاد ہستش ورتق

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگان خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا ہر عمل سیاد ہی ہے۔

شیخ عبداللہ نیاززی کا بیٹا شیخ ملا جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہر اُوہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تر واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض وہی سے آنے سے پیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور و استغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے کبھی کوئی بھی توحید و جود ہی کے انوار و مکاشفات کے راستے پر نہیں چل رہا۔

ملا قاسم علی، ملا مودود محمد اور عبداللہ مرین مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فوق تک پہنچ چکے ہیں لیکن ملا قاسم علی ارشاد و تکمیل کے لیے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے متعلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ نور احمد نقطہ تک پہنچا نہیں، اس کے نزدیک ہے۔ ملا عبدالرحمن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملا عبداللہ مادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق جل شانہ کو میں اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا



ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالبوں اور سعادت مندوں پر فائز اور وار و پوری ہے۔  
اور اس کیلئے اس فیض رسائی میں کچھ حصہ نہیں مع

من جہاں احمد پارمینہ کہ ہستم ہستم  
میں تو وہی پانا احمد ہوں جو کہ تھا

آپ نے ایک روز واقعات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب  
قدس سرہ) میں مجسوریت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس (مجدد صاحب  
قدس سرہ) کی مجسوریت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری امید ہے۔  
اور یہ جرات اور گستاخی اسی بنا پر ہے۔

## مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں جو مہبوط اور نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ نیز بعض  
مخفی اسرار کے بیان میں۔۔۔ یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی جو پانے والا بھی ہے اور نہ پانے والا  
بھی اور جو جمع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے  
آپ ہی کو پایا۔ اس کے بعد اس کا کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو پھر بھی بجائے اپنے  
مطلوب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کر چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پاتا ہے۔ اور اس کو گم کرنے  
کے باوجود اس کا متلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواہاں نہیں۔ علم  
کے لحاظ سے حاضر پانے والا اور جمع کرنے والا ہے اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا  
اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ یعنی بقا میں فنا ہے اور بین فانی باقی۔  
لیکن فست علی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار مہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا  
ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق بل و علا) کی طرف لے گئے تھے۔ اب ان  
کے پھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔



اس کا روبرو عموماً و نزول دیکھنے کے مقام میں اقرار پا چکا ہے اور عروج و بندہ می سے چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دل کے پھیرنے والے (حق جل و علا) کی طرف سے گئے تھے اب دلوں کے پھیرنے والے (حق تعالیٰ) سے یہ مقام قلب کی طرف نیچے آئے ہیں۔

روح کے نفس سے نجات پا جانے اور زمینان کے بعد نفس کے نکل جانے کے باوجود غالب آنے والے انوار سے اس کی روح کو روح و نفس دونوں جہتوں کا جامع کر دیا گیا ہے اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور لی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والہ ان واسطہ برزخیت کے حصوں کی وہ سے مجھے اوپر سے فیض لینے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے کا سربہ بھی ملا کر دیا گیا ہے۔ یہیں فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے۔ اور عین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے۔

گر مجھ پر شرف ایسا محمد شہود و زبیرم پس قلما بشکند

اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر لکھنے لگوں تو کتنی ہی قلیں ٹوٹ جائیں۔ بعد میں عرض کرتا ہے کہ درست چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ جو قلب قلب یعنی جو جب تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اوپر سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ دراست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقعہ کا یہ گوں پر ظاہر و واضح ہے۔ اور سلوک نامکمل کہ وہ مجذب اصحاب قلب ہیں۔ بقلب مقرب (حق تعالیٰ) تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شاہ خاص حاصل ہونے سے گناہ ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی تیاری اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی تیاری حیثیتوں میں ہمارے اس بحث میں انجذاب کی سبقت اور انجا خاص ہے جو اس مقام کے مناسب علوم و معارف کا منشا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ سلوک، فنا و بقا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا وہ شہود چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم و حقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان کے مطالعہ کا ثمر حاصل ہو گا۔

ایک عزیز جو مقام فوق میں رہا ہو تھا نیچے مقام بندہ میں آچکا ہے۔ لیکن عالم و جہان انی عزت اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فوق کی طرف ہی توجہ رہتا ہے۔ یہ کہہ اوپر کی طرف عروج ہے اختیار ہے۔



اس سے وہ باطنی مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اوپر سے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ  
بست کم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سراپہ جو توجہ بلا انقیاد اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی  
باقی ہے جذبہ کی نسبت میں جسم میں روم اور نعلت میں نور کی طرح ہے۔ لیکن جذبہ حال حسرات  
خواب گمان قدس اسرار ہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حسرت خواجہ احمد رضا رحمہ اللہ  
علیہ کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ملے اور اس میں انہیں خاص نشان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ  
میں بعض طالبوں کو جو دیکھا کہ حضرت خواجہ احمد اس طرح دیکھا کہ اسے اس عزیز متوقف  
در کے ہوئے۔ اسے لکھا یا ہے اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام افادہ سے  
مناسب ہے۔ نہیں رکھتا۔ اس مقام میں رنج ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور سکروا میں ہمیشہ اس کو  
لایم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے منافی ہیں۔ اور کچھ درجہ سے  
مقامات سلوک کے منافی نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ  
جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد منافی سلوک ہے۔  
اس عریضہ کی تحریر کے دوران بناء اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض وظائف ظاہر  
ہوئے۔ جب تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ  
المحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے اچھکا ہے۔ اب اسے مکمل طور پر مقام جذبہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوا۔  
اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے جوڑاؤں  
ہے ربط کلمات کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل دخول میسر آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت  
خواجہ نوروز عزیز مکمل طور پر نیچے آئے گا۔

## مکتوب نمبر (۱۶)

عروج و نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے  
مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر الطالبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے آپ کے نوازہ شائے پیچھا ہے۔



ان نوائش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و تشریح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض مہتمات و مکملات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ رسے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد کو جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دو مکتوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصاب لکھو جو اس طریقت میں نفع مند ثابت ہوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ خدایا بے نظیر اور بیشتر البرکات ہے۔ رسالہ خدایا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اور کمال کرم و مہربانی سے اسے ہر سوسے ہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقد رکھنے چاہیے۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی وہ میت نورانی اور ممتاز تھی اور نادرا و نادر وجود تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و التبیۃ کے دو بروکھری تھی۔ یہ قصہ جنت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔ ع

باکریاں کار با دشوار نیست

کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں

جس روز سے بندہ ملازمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی طرف رغبت کے سبب مقام ارشاد سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا چند باریہ ارادہ اور قصد بھی کیا کہ کسی گوشہ نشین الگ بیٹھ رہے۔ جنبشینی کرنے والے لوگ بے اور شیر کی طرح نظر آتے تھے۔ عزت اور گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استغفار اس کے موافق نہ آیا۔ عروج قرب میں عروج استہار کی استہار کو چمچ چکا ہے جس کی کوئی مدد فائیت نہیں یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ ہر دن وہ نئی شان و حالت میں ہے تمام مشائخ کرام الاماں اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

لکھے بروندہ زبیر و ملیزہ پست بدایں درگاہ والا دست بردست

اس پست و ملیزہ سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام کی روحانیات کی وساطت و مدد کا شمار کروں تو بات دست لہبی ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ اصل کے تمام مقامات سے نکل کے مقامات کی طرح گزار کرے گئے جنابیات



ربانی کے متعلق کیا لکھے جو بھی مقبول و منظور ہوا، بلا سبب ہی منظور و مقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح تحریر میں لائے۔

ذوالجہ شریف کے عہد میں مدارج نزول کی طرف مقام قلب تک نیچے آتا ہوا۔ یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی تک مکمل اور پورا کرنے والی چیزیں جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں، مزید درکار ہیں۔ دیکھیے کب میسر ہوں۔ معاملہ آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ مریدوں کو اگر عمر زوج بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں اور انہیں یہ میسر نہ آ سکے۔ بلکہ یہ وجہ اور طریقے مراد لوگوں کے ساتھ خاص ہیں۔ مریدوں کے لیے ان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ افراد کا انتہائی عروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ بہت سے لوگ ادھر گزر نہیں سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

مراتب تکمیل و ارشاد میں توقف اور رکنے کی وجہ یہ ہے۔ اور نورانیت کا حاصل نہ ہونا غیب کی ظلمت کے زور کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور کسی بنا پر نہیں۔ لوگ اپنے خیالات میں بہت کچھ پکارتے رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

دنیاء بد حال پختہ سرایح کام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ناقص انسان پختہ شخص کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ مکتوبات ختم کرنی چاہیے۔ والسلام۔

اس قسم کے فنی امور میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اس جماعت کو فرما دیں کہ اس فحشہ دل سے

اپنے خیالات کی نظر پر مشیدہ کر لیں۔ نظر دوڑانے کی جگہیں اور بہت ہیں۔

من گم شدہ ام مرا جوئید باکم شدگان سخن مگوئید

میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو۔ اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو۔

خیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیص کو ناپسند

ہی نامناسب ہے، بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں

نزول کرنا درحقیقت یہ مقام فرق میں آنا ہے جو مقام ارشاد ہے۔ اس جگہ مقام فرق سے مراد نفس

کار و روح اور روح کا نفس سے جدا ہونا ہے۔ اس کے بعد کہ نفس روح کے نور میں داخل اور جمع تھا بھیج

اور فرق کے بیان میں جو مفہوم اس سے زائد ہودہ سکر کی وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ کو مخلوق سے جدا دیکھنا

جسے اہل سکر مقام فرق خیال کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ روح کو حق خیال کرتے ہیں اور روح کو نفس

سے جدا اور الگ دیکھنے کو حق تعالیٰ کا دیکھنا خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق سے پاک و منزہ ہے۔



ارباب ہندو کے اکثر علوم کا یہی حال ہے کیونکہ ان کے ہاں حقیقت معاملہ مفقود و معدوم ہے اور معاملہ سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دوسرے دماغ میں ارباب ہندو اور سلوک کے علوم اور ان دونوں کی حقیقت پر تفصیل تحریر کر دی گئی ہے آپ کی نظر مبارک سے ان شمار اللہ تعالیٰ گزرتے گا۔

## مکتوب نمبر (۱۷)

بعض ایسے حالات کے بیان میں جو عروج و نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ

کچھ روایات کے بیان میں ————— یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اوتی ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ عزیز جو ایک عرصہ سے مکا ہوا تھا، تقریباً دن ایسا ظاہر ہوا کہ اسے اس مقام سے قدرے عروج حاصل ہوا ہے۔ اور بہت نیچے لائے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر نزول نہیں کیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس مقام کے نیچے تھے انہوں نے بھی عروج حاصل کر کے اسی مقام فوق کے راستے نزول کی طرف رخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت بھی ظاہر ہوگی عرض خدمت کر دی جائے گی۔

اگر صاحب معاملہ اپنے انکشاف حال کے بعد کچھ لکھے تو درستی کے بہت قریب ہے۔ چونکہ اس قضیہ نزول کا ظہور فوری تھا اور اس حقیقہ کو جذبات لینے کی وجہ سے لا غرمی اور ضعف طاری تھا۔ آخر کا اس نزول کو اختیار نہ کر سکا۔ امید ہے کہ ان شمار اللہ اس کا ظہور بھی ہو جائے گا۔

## مکتوب نمبر (۱۸)

تنگین کے بیان میں جو تکوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کے عین مراتب کے

بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ واجب فعال کا وجود اس کی ذات سے قائم ہے وغیر ذالک

کے بیان میں ————— یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کسٹرمین غلام پر تقصیر احمد بن عبدالاحد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب تک احوال و روایات پیش رکھتے رہے تو ان کے عرض کرنے کی گستاخی اور جرات کرتا رہا۔ جب اللہ تعالیٰ سبحانہ نے آپ کی بند تو جہات سے احوال کی غلامی سے آنا دی عصا کی اور تکوین کے بعد تنگیوں سے مشرف فرمایا۔ تو



حاصل کاری ہے کہ سوائے حیرت و پریشانی کے کچھ ہاتھ میں نہیں آیا۔ اور وصل سے فصل کے سوا اور قریب بعد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کسی بات میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر عرض ہے ارسال کرنے میں توقف و رکاوٹ ہو گئی۔ اور صرف روزمرہ کی خبریں لکھنے کی جرات نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دل پر انجھا و دوسری اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام میں سرگرمی نہیں ہے اور بے کار لوگوں کی طرح کوئی کام نہیں کر سکتا۔

نہ چمچ و کم نہ پیچ ہم بسیار سے

وز پیچ و کم از پیچ نیاید کار سے

میں بالکل پیچ بلکہ پیچ سے بھی بہت ہی کم ہوں۔ پیچ اور پیچ سے بھی کم شخص سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

اصل بات کی طرف آتا ہوں:

عجب بات ہے کہ اب حق الیقین سے مجھے مشرف کیا گیا ہے کہ اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب اور پردہ نہیں ہیں۔ اور فنا اور بقا اس مقام میں جمع ہیں۔ یہ ناہینز عین حیرت اور بے نشانی میں علم و شعور سے مقصد ہے۔ اور عین غیبت حضور کا حکم رکھتی ہے۔ علم و معرفت کے باوجود جہل و نادانی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں ہوا۔

عجب ایست کہ من واصل و سرگردانم

تعب تو یہ ہے کہ من واصل بھی ہوں اور سرگردان بھی

خدا تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے کراں سے مدارج کمالات میں ترقیات عطا فرمادی ہیں۔

مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری تجلی ذاتی کے سامنے۔ بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد و فاصلہ ان دو تجلیوں کے بعد و فاصلہ سے کئی مرتبہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جائے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف صریح صحیح نے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور



اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تضرع اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر ہوا جس قدر بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ آخر الامر حقیقت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مقام کا حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے۔ لیکن اس کا واسطہ بنا محل تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔ وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ منازل عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر نام نہ ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ حق شکر اللہ تعالیٰ معہم کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔

ابوالمکارم رکن الدین شیخ علاء الدولہ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں فوق عالم الوجود عالم ملک الوجود یعنی عالم وجود سے اوپر ملک الوجود درحق تعالیٰ کا عالم ہے۔ صدیقیت کا مقام مقامات بقا میں سے ہے جس کا رخ عالم کی طرف ہے۔ اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو حق الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال محمود و بقا کا مقام ہے۔ قرب کا مقام مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی یاقوت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کا رخ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اس کا تعلق ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

در پس آئینہ طوطی صغیر داشتہ اند

ہر چہ استاد ازل گفت بگو میگویم

مجھے طوطی کی طرح آئینے کے نیچے بٹھار دیا گیا ہے جو کچھ استاد ازل کہتا ہے کہ کہوں میں وہ کہتا ہوں۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لیے ضروریہ کشف کہہ دیا گیا ہے۔ علماء شریعت کے اصولوں سے ہاں برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔ انہیں علوم اجمالیہ کو تفصیل کہہ دیا گیا ہے اور نظریہ (محتاج غور و فکر سے ضرورت و ہدایت کی طرف لایا گیا ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی معرفت کی شکل اختیار کر لے اور علوم استدلالی کشفی ہو جائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہو جائیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ راہ سلوک میں بہت سے علوم و معارف دو نما ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب تک نہایت النہایت تک جو مقام صدیقیت



ہے کوئی نہ پہنچے ان علوم سے حصہ نہیں پاسکتا۔ کاش! میں جان لیتا کہ بعض اہل اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ انہیں یہ مقام شریف حاصل ہو چکا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہیں اس مقام کے علوم و معارف کے کوئی مناسبت نہیں تو وہ کس طرح اس کے قائل ہیں۔ اور ہر علم والے سے اوپر علم والا موجود ہے۔ اور مجھے مسئلہ قضا و قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا ہے کہ بدشئ شرع سے ذرا بھی مخالفت نہیں رکھتا۔ اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں آتی۔ اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے ثابۃ تک سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور اس طرح ظاہر و باہر ہے جیسے چودھویں رات کا چاند

تجربہ کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہونے کے باوجود اسے کیوں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اگر مخالفت کا ثابۃ ہوتا تو البتہ انہما اور پوشیدگی مناسب تھی۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔

کہ از ہرۃ آنکہ از بیم تو کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

کس کی طاقت و قدرت ہے کہ تیرے ثبوت و ہیبت کے باعث تسلیم کے سوا اعتراض کی زبان کھولے۔ علوم و معارف موسلا دھار بارش کی طرح برسا رہے ہیں قوت مدد کہ ان کے اٹھانے سے عاجز ہے قوت مدد کہ تو محض تبصیر ہے۔ ورنہ بادشاہ کی عطاؤں کہ بادشاہ کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ پہلے پہلے یہ شوق تھا کہ ان علوم عزیزہ کو قید کتابت میں لے آئے۔ لیکن توفیق نہ ملی اور اس ماہ میں بوجہ محسوس کیا۔ آخر الام قسلی دی گئی کہ ان علوم کے افانہ سے مقصود محسوس ملکہ ہے یاد کرنا مقصود نہیں جس طرح طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کر لیں۔ صرف و نحو وغیرہ علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ان علوم میں سے کچھ علوم عرض کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سميع و بصير ہے۔ اس کلام کا ابتدائی حصہ تو تنزیہ محض کے اثبات کے لیے ہے جیسا کہ خود ظاہر ہے۔ اور السميع البصير کے الفاظ تنزیہ کی تکمیل و اتمام کے لیے ہیں۔

اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوت سميع و بصير عالم کے ساتھ ثبوت مماثلت کا وہم ڈالتا ہے۔ اگرچہ کچھ قدرے ہی موزونہ تعالیٰ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے مخلوقات سے سميع و بصير کی نفی فرمادی



یعنی صرف وہی ذات جل شانہ سمیع و بصیر ہے۔ وہ سمع و بصر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اس کا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں۔ مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمع و بصر پیدا کرتا ہے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔ اور یہ بھی عادت الہی کے جاری ہونے کے مطابق ہے۔ بغیر اس کے کہ مخلوقات کی صفات کی اس میں تاثیر ہو۔ اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا شدہ ہے۔ لہذا جس طرح مخلوق کی ذوات جماد و محض ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد و محض ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت محض اپنی قدرت سے پتھر میں صفت کلام پیدا کر دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقتہ پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفت کلام موجود ہے جس طرح پتھر جماد و محض ہے اسی طرح یہ صفت اگر فرض کر لی جائے تو وہ بھی جماد و محض ہی ہے۔ حدود و آواز کے پیدا ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں غایت مائی البتہ اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات چونکہ زیادہ ظاہر تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی خصوصیت سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفت علم پیدا فرمائی، اس کے بعد اس کی معلوم کی طرف توجہ پیدا فرمائی۔ اس کے بعد معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا فرمایا۔ اس کے بعد معلوم کو اس پر منکشف کر دیا۔ پھر اس میں صفت علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کا انکشاف میں کیا دخل ہے۔

اسی طرح پہلے صفت سمع پیدا فرمائی، پھر کان لگانا، پھر سموع کی طرف توجہ، پھر سننا، پھر سموع شے کا ادراک۔

اسی طرح پہلے بصر کو پیدا فرمایا، پھر پتلی کا گھسانا، پھر دکھائی دینے والی چیز کی طرف توجہ۔ اس کے بعد دیکھنا پیدا فرمایا۔ پھر اس دیکھی جانے والی شے کا ادراک۔ علیٰ هذا القیاس۔

سمیع و بصیر در حقیقت وہ ذات ہے جس کے سماع اور رویت کا مبداء یہ دو صفات ہوں اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں تو مخلوق میں کوئی در حقیقت سمع و بصیر بھی نہیں۔

اس گفت گو سے ثابت ہو گیا کہ مخلوق کی صفات بھی اس کی ذوات کی طرح جماد و محض ہیں۔ تو آیہ کریمہ کے آخری الفاظ سے مقصود مخلوقات کی صفات کی بالکل نفی ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ ان کی بھی صفات ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت ہیں تاکہ تشبیہ و تمثیل کا اجتماع لازم آئے بلکہ تمام آیہ کریمہ مکمل طور پر تمثیل کے اثبات اور تشبیہ کی نفی کے لیے ہے۔



علم اول یعنی ان کی صفات کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے یہ اثبات اور ان کی ذوات کو جہاد و محض ہونا اور ذوات کو پرنا لے اور کوزے کی طرح تصور کرنا کہ ان سے پانی صرف ظاہر ہوتا ہے مقام ولایت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جہاد کی طرح جانتا اور ان کو مکمل طور پر بے علم جاننا جب کہ وارد ہوا ہے:

إِنَّكَ مِيتٌ قَرَأْتَهُمْ هَيَّئُونَ  
تو بھی میت ہے اور وہ بھی مردے ہیں۔

یہ علم ثانی مقام شہادت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں ہے۔

اس جگہ بھی کچھ فرق دونوں مقاموں کے درمیان سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر ولایت کرتی ہے اور ایک گھرنٹ بڑے سمندر پر ولایت کرتا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کا اچھا ہونا اس کے موسم بہار کے اچھا ہونے کی وجہ سے

اسی طرح اس بلند مقام والے افعال مخلوقات کو بھی میت اور جہاد کی طرح پاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے افعال کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ لاتے ہیں اور ان افعال کا فاعل حق سبحانہ کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پتھر کو حرکت دے اور اس کو جنبش میں لائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص جنبش و حرکت میں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا یہ شخص پتھر میں حرکت کا موجد ہے اور حرکت پتھر میں ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح پتھر جہاد و محض ہے اس کی حرکت بھی جہاد و محض ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اس پتھر کی حرکت سے ہلاک ہو جائے تو یہ نہیں کہتے کہ اس پتھر نے ہلاک کیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے ہلاک کیا ہے۔ اور علمائے شریعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کا قول اس علم کے موافق ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے افعال کا صدور اگر چہ ارادہ اور اختیار سے ہے مگر ان کا مفعول حق تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع ہے اور ان کے افعال کو اس کی مصنوعیت و مخلوقیت میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال محض چند حرکات ہیں۔ مخلوق و مفعول کی معمولیت میں ان کی قطعاً کوئی تاثر نہیں اس پر اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس صورت میں افعال مخلوقات کو ثواب و عذاب کا باعث قرار دینا غیر معقول بات ہے۔ یہ تو بالکل اس طرح ہوا جیسے پتھر کسی امر کا مکلف قرار دیں اور اس کے فعل پر اس کی مدح یا مذمت کریں۔







خایت اور نوحہ کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کے متعلق کیا عرض کرے۔ اپنے اندر جو عیایات بھی پاتا ہے، آپ کی توجہ عالی سے ہی پاتا ہے۔ ورنہ صبح

من ہماں افسد پارینہ کہ ہستم ہستم  
میں وہی پرانا افسد ہوں جو تھا۔

میاں شاہ حسین توحید و بدوی کا راستہ رکھتا ہے اور اس میں خطا ٹھاتا ہے۔ دل میں آتا ہے اسے نکال کر حیرت کی طرف لایا جائے جو مقصود ہے۔

محدوداتی پچھن کی وجہ سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر کسی سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقیات حاصل کرے۔ دامن پھاڑ کی سیر میں ہمراہ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقام حیرت میں غوطہ لگا چکا ہے۔ اور حیرت میں فقیر کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے بہت ترقی کر چکا ہے۔

اس فقیر کے خوشیوں میں سے ایک نوجوان ہے جس کا حال بہت اچھا ہے تجلیات برقیہ کے نزدیک ہے اور پوری طرح مستعد ہے۔

## مکتوب نمبر (۱۹)

بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔  
حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک شخص شکر سے آیا ہے۔ اس نے بتایا ہے وہ ملی اور سرہند کے وظیفہ لینے والے فقراء کے وظائف کی مقدار جو فصل غریب سے تعلق رکھتی ہے اس بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تحقیق حق کے بعد مستحقین تک پہنچا دیں۔ اس بنا پر یہ گستاخی کی جا رہی ہے کہ فصلانے کے ہزار ٹکے شیخ ابوالحسن عافط اور صاحب علم کے لیے اور ہزار ٹکے شیخ شاہ محمد عافط کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات زندہ اور قائم ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے جو با اعتماد ہے اگر اس خبر کو سچ تسلیم کریں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عریفندہ لالے والے کے حوالے کر دیں۔ یہ دونوں حضرات اس وقت سرہند میں ہیں۔



## مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔  
احقر ترین خادم کی عرضداشت حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکومہ اور  
دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں۔ تحریر کردہ عریضہ کے اندر اس بندہ درگاہ کے  
خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آپکی ہو تو مولانا علی کو  
فرمادیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض وکالت اور اصالت آپکے ہیں۔ اگر مبلغات نہ آئے ہوں  
تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں، ان کے پروا نجات کی تصحیح فرمادیں۔ زیادہ  
گستاخی ہے۔

## مکتوب نمبر (۲۱)

درجات ولایت خالصہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحق کے بارے  
میں۔ نیز طریقہ نقشبندیہ علیہ قدس سرہم کی مدح و ثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے  
تمام سلاسل سے افضل ہونے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور وائس ہے شیخ محمد مکی ولد حاجی تاج  
موسلی لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف و لطیف اس جہد ضعیف و نحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب  
کو عظیم کرے، تمہارے کام آسان کرے، تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے بندہ قبول کرے بھرتہ  
سید البشر جو بصر کی بجلی سے پاک و مطہر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیات اکملہا۔  
میرے بھائیو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حسی موت سے پہلے ہے جسے اہل اللہ  
کے ان قنا سے تعبیر کوٹھنے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصول میسر نہیں آسکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق  
رکھنے والے معبودان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے انہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی  
اور نہ اس وقت تک حقیقت اسلام اور کمال ایمان میسر آسکتا ہے۔ تو مقبول بندوں کے گروہ اور اوقات  
کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اطوار ولایت میں یہ قنا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے



اور یہ سب پہلا کمال ہے جو ابتداء میں حاصل ہوتا ہے، اول ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتداء سے  
اس کی امتداد کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے  
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا  
میر سے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرو  
اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کی بہار کی خوبی کی وجہ سے ہے

اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے  
خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ و علیٰ جمیع انوار من الصلوات  
اتمنا ومن التحيات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات ثنویں و اعتبارات کا نہ بطور ایجاب  
اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ منحصر ہے اور علم و  
عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری مجاہبات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت  
وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ تحقیق حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کا عین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادرا وجود  
مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے۔ یعنی حضرت ذات جل سلطانہ سے تمام مجاہبات  
کا اٹھ جانا۔ بجلی کی طرح فٹوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے۔ پھر اسماء و صفات کے پردے لٹکا دیے  
جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بجلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے  
ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ امراہم  
کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ نازل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار  
نہیں۔ لہذا ان اکابر کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی  
ہے۔ جیسا کہ ان کی جہارات میں واقع ہر چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت  
سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔



اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کا طین کے طریقہ میں ابتداء و انتہاء میں درج ہے۔ اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پاگئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کا طین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوئی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا جیسا کہ صاحب لفظات (مولانا جامی قدس سرہ) نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ نقشبندیہ عالیہ کے ان بعض کمالات کے اظہار سے مقصود و ابان فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت دلانا ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی ثنائی شریف میں فرماتے ہیں :-

شرح اوحیت است با اہل جہاں

لیک گفتم وصف اوتار راہ بر بند

پیش ازاں کز فوت او حسرت مخورند

بچوں را ز عشق باید در نہاں

اس کی شرح اہل جہاں کے سامنے کرنا ظلم و ستم ہے۔ جس طرح راہ عشق پوشیدہ ہی رہے تو جہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس لیے بیان کر دی ہے تاکہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔

آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیرو کار ہیں۔

## مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان وجہ تعلق اور ان کے عروج و نزول اور فنا جسدی و روحی اور ان

دونوں کے بقا اور مقام و عزت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی مستعلاک اور مستغرق شدہ اور



دعوت کی طرف رجوع کرنے واسطے اولیاء کرامؑ درمیان فرق کے بیان میں شیخ عبدالحجید  
بن شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے نور و ظلمت کو جمع کر دیا۔ اور لامکانی جہت سے ہر اکو ممکن شے کے  
ساتھ جو جہت میں موجود ہے ملا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محبوب بنا دیا اور نور کو ظلمت پر عاشق کر  
دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا تاکہ اس طرح نور کی جلا میں  
مزید نورانیت پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ پردوس کے باعث نور کی صفائی و درجہ کمال کو پہنچ جائے  
جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اولاً  
شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں تاکہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو۔ اور کثافت طبعی  
کے تعلق سے اس کی رونق وریا لا ہو۔

تو اس نور کو پہلے ہوشیور و قدسی حاصل تھا یا اس کو بھول گیا۔ بلکہ اپنے معشوق خلدانی میں استغراق و  
میکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توابع وجود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے  
ساتھ صحبت اور ہم نشینی کے باعث اصحاب مشرکہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی مجاہدت اور پردوس کی  
وجہ سے اصحاب ہمیشہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی استغراق کی تنگی میں پڑا رہا اور فضا  
اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس کیونکہ اسے مقصور و میسر نہ آسکا اور اپنی استعداد  
کا جو ہر ضائع کر دیا۔ تو دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اور اگر خلیق اس کی طرف سبقت کر کے آگئی۔ اور اعلیٰ درجے  
کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اٹھایا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا پایا اور یہ کہتے ہوئے  
آئے پاؤں لوٹ آیا ہے

ایک یا منیستی حبیبی و معنوی ان حیم قوہرائی تورب و لبحیاس

اسے میری آرزو امیراچ اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ خاک اور پتھروں کی عمارت  
کی طرف جج کو جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ پر مطلوب مقصد کے شاہدہ میں دوبارہ استغراق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت  
ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب انوار میں درجہ ہو جاتی ہے۔ جب یہ استغراق  
اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے خلدانی متعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شخص اپنے نفس اور اس کے  
توابع وجود سے بھی کلیتہً بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور الانوار کے شاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے اور پردوس  
کے پیچھے کے مطلوب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو فنا جسمانی اور روحانی سے شرف نہ جاتا ہے۔



اور اگر اسے فنا کے بعد اس مشہود کے ساتھ بقا بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو جہتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا یا تو بالکلہ وائماً مشہود میں استغراق و استملاک ہو جاتا ہے یا مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت نور اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلاصی پا جاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحابِ یمن میں سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں اگرچہ یمن و شمال کچھ بھی فی الحقیقتہ نہیں ہے۔ پھر بھی یمن اس کے حال و گمان کے لیے وہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جہت خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمن و شمال میں و برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیسا کہ واجب تعالیٰ عز شانہ کی شان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمن ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقام عبادت اور اداس طاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور نور لامکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جہت سے مقید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاء مستملکین (ذات حق میں مستغرق) کو بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اپنے حق تعالیٰ سے غلط ملط اور میل جول رکھتے ہیں تو پھر استملاک اور عالم قدس کی طرف وائماً بالکلہ توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاء مستملکین اور دعوت و ارشاد کے لیے رجوع کہ وہ اولیاء کرام کے درمیان کیا فرق ہوا؟

تو ہم اس شبہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ استملاک اور بالکلہ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبادت ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اور جہان اور اس جیسی چیزوں کا شعور حواس، قویٰ اور حواس سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزل تفصیل ہیں تو ان اولیاء مستملکین کا مجمل اور خلاصی یافتہ باطنی حصہ تو مطالعہ مشہود کے اندر انوار روح کے ضمن میں مستملک و قانی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور لاحق نہیں ہوتا۔ بخلاف ان اولیاء کرام کے جو دعوت و ارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئن ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقام اجابت میں آجاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمال میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں، تو اس کی وجہ



یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔ اور حقیقت جامعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض اولیٰ نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قویٰ اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ تو ان حواس و قوئی کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس میں موجود ہوتا ہے۔ لہذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ وار باپ مسکریں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کرامات اولیاء سے مشرف کرے اور کمال متابعت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملئکۃ المقربین والعباد الصالحین الی یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتب الحروف اگرچہ علمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقہ الامار پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے مگر کلام۔

## مکتوب نمبر (۲۳)

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے روکنے اور اس کے نقصان و ضرر اور اہل کفر سے مشابہت القاب سے منع کرنے کے بیان میں — عبدالرحیم شہید بھٹان خانوں کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل و قال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے۔ اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ بھرتہ بید البشر جو ہر کالے اور گورے کی طرف مبہوت ہوئے ہیں۔ علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا و من التسلیٰات اکملہا — اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

پاسدات و با صداقت براہ نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ تمہیں نے یہ شعر پڑھا ہے

اهلا لسعدی والرسول وحبتہا  
وجه الرسول لحب وجه العرسد



ترجمہ: اسے سعدی (مشرق) اور اسے اس کے قاصداً تم اپنے اہل میں تشریف لائے ہو، اور تمہاری طرف سے آنے والے قاصد کا چہرہ کس قدر حسین ہے، کیونکہ روانہ کرنے والے کا چہرہ بڑا محبوب ہے۔

اسے ظہور کمالات کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کیفیت ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بریا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور خالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ ہوئے۔ دوسرا یہ کہ اس میں خبیث اور روسی تخم ڈالے۔ یہ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم ضرر و فساد میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے، جیسا کہ مغنی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی خرابی اور فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیر ناقص اپنی خواہش نفس کا تابع اور پیر و کار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ موثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تباہی کی پرتاری کی میں اضافہ ہوگا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر حاصل ہے۔ نیز یہ پیر ناقص بلا یوں کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب ہر ق جذبہ (سیر نفسی) اور طریق سلوک (سیر آفاق) میں تمیز نہیں کر سکتا تو عین ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد و طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو، اور ابتدائے حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلا دے، تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔ جس طرح غم و گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کامل، کامل کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا، اور اسے راہِ عرفان پر پھنکانا چاہے گا، تو اولاً اسے پیر ناقص کی پیدا کردہ خرابی اور پیر ناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صالح اور مناسبت بیج ڈالے گا تب جا کر اچھے پودے اگیں گے۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَيْرٌ مِنْ كَثْرَةِ خَيْرٍ  
خبیث و روسی کلمہ مال خبیث اور روسی و رعیت



اَجْنَلْتُ مِنْ كَوْنِ الْاَسْرَافِ مَا لَهَا  
 کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اٹھ کر گیا  
 میں قرار۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ  
 اور اچھے کلمے کا حال اچھے درخت کی طرح  
 طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَمَرُهَا نَجَاتٌ وَقَرْعُهَا فِي  
 ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابِت ہو  
 السَّمَاءِ اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل کمال بنانے والے شیخ کی صحبت کبریت احمد (سرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر واد اور  
 اس کی باتیں شفا ہیں۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں  
 اور قنیں شریعت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیہ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے۔ کیونکہ  
 متابعت شریعت ہی اصل کار اور مدار نجات، منازل سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

عہد عربی کا بروئی ہر دو سراست  
 کیسے خاک ریش نیست خاک بر سر او

عہد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں جو شخص آپ کے دروازے  
 کی خاک نہیں بننا چاہتا اس کے سر پر خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو)  
 ہم اس مقالے کو حضور سید المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیمات، تحیات  
 اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

## الثمہ:

کمال تعجب کی بات یہ ہے کہ براور باسعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہمنشینوں میں سے  
 بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ شاعر و  
 عظام اور نقباء بہتر کرام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین الشناقہ بڑے  
 اسم پر کس چیز نے برگزینت کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بڑے نام سے شیرے  
 بھی زیادہ بھاگے اور اس سے بڑی طرح نفرت و کراہت کرے کیونکہ یہ اسم اور اس کا سمٹی دونوں  
 اللہ سبحانہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ناپسند و مبغوض ہیں۔ مسلمانوں کو تو علم  
 ہے کہ اہل کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہذا ایسے بڑے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری  
 اور واجب ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکریں جو کفر کی مدح اور زنا



و غیرہ باندھنے کی ترغیب واقع ہوتی ہے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ٹھیک معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب الفہم معنی پر محمول نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ ٹھکر کے باعث ان ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیقی کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیر مست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرنے میں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے۔ کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح ہو جاتی ہے۔ اور عقلاً ایک وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان کے حال و حال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور تعمت اور بُرائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے :

إِقْوُوا مِنْ مَوَاضِعِ التَّهْمَةِ  
تحت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے غبار کلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ  
مومن لکلام مشرک آنا دوسے بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتٰبَعَهُ الرُّسُلُ  
ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

## مکتوب نمبر (۲۴)

اس امر کے بیان میں کہ صوفی کائن ہے اور باطن ہے۔ اور دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور محبت ذاتی کا ظہور محبوب کی طرف سے آنے والے درجے و انعام کو برابر کرتا ہے۔ اور مقربین اور بار کی عبادت کے فرق اور اولیاء مستملکین اور دعوت و ارشاد پر مامور اولیاء کرام کے درمیان فرق و امتیاز کے بیان میں ————— محمد متسلح خاں کی طرف ارسال فرمایا۔

بھرتہ حضور سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور خیر و عافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بہت ہی مبارک



ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی۔ اور جس کی مراد اور مقصود وہ بندہ و مقدر ذات ہو چکی ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور صورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول و مصروف ہو۔ یہی کائنات یا ثن صورتی کی شان ہے۔ کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ یا ثن یعنی حقیقتہً مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائنات سے مراد ہے صورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا اور یا ثن یعنی فی الحقیقہ ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ اشیاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو سب تک اس کا تعلق مجبوریً اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی محبت مرادیں اور کثیر اشیاء مثلاً مال، اولاد، سرکاری، مدرج، لوگوں کے سامنے بندی رقبہ کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے، تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی شے ہے، اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ بذات خود ان اشیاء کے ساتھ۔ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالقیع ان اشیاء کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد و مطلوب نہیں تاکہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکل خالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فنا و مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فنا و مطلق تجلی ذاتی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اٹھنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں حاصل ہو جاتی ہے، تو محب کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے انعامات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے، مطلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابراہیمؑ اس کی عبادت طبع اور خوف کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طمع اور



خوف کا تعلق اور واسطہ خدوان کی اپنی ذرات سے ہوتا ہے۔ اور یہ گونا گویا اس بنا پر ہے کہ انہیں نبوت ذاتی کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات ابھی طرح واضح ہو گئی کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا حکم کرتی ہیں۔ تو ابرار کی حسنات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقربین کی حسنات من کل الوجہ حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقربین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طبع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔ بقا و اکمل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد لیکن ان کے خوف و طمع کا تعلق ان کی اپنی ذرات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حظوظ نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب الہی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ناراضگی کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ اکابر اپنے نفوس کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقربین میں سب اعلیٰ مرتبہ اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے حصول کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ملتا ہے۔ اور ان مقربین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی عرض سے عالم اسباب کی طرف نزول نہیں فرماتے وہ اولیاء مستملکین ہیں (یعنی ذات ہی میں منہماک و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور یہ تنگیں کے اہل بھی نہیں ہوتے، بخلاف پہلے گروہ کے کہ وہ تنگیوں کی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بھرتہ سید البشیر علیہ علی آل واتباعہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے نبوت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام

## مکتوب نمبر (۲۵)

حضور سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہم وعلیہم الصلوٰات اکملہا ومن التسلیمات

اکملہا کی متابعت کی ترغیب و تحریض کے بیان میں۔۔۔ خواجہ جہاں کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلاستی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو



پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پرست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح و سر و خلق اور اخقی کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم و ضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کی پیروی کا شرف نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ مرحوم الشیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاشی میں مبتلا ہیں۔  
آپ سے التماس ہے کہ ان کی مدد و اعانت فرمائیں۔ ان کی امداد آپ کے شایان شان ہے۔ بلکہ  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآی کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق میں  
مزید اضافہ کرے۔ اور خیر و بھلائی کو آپ کا رفیق و ساتھی بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوق ابراہیم کو ہوتا ہے۔ مقررین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے خطاب

علوم کے بیان میں۔۔۔۔۔ دانش مندریخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے طریقہ پر قائم و  
ثابت رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ ابرار کو میری ملاقات کا شوق عرصہ دراز سے دامگیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہ نے اس کلام میں ابرار کے لیے شوق ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقربین و اصحاب کو کوئی شوق نہیں ہوتا کیونکہ شوق کسی شے کے گرم ہونے کا متقاضی ہے۔ اور گرم ہونا مقربین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا شوق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مقرب واصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق



ہے۔ لہذا مشتاق صرف ابراہیم ہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محبت فاقہ نگہ کر دکان مطلوب ہیں۔ اور ابراہیم  
مراد بغیر حاصل اور غیر مقرب میں بخواہ وہ ابتداء میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک راہی نے  
فائدہ برابر کچھ ہی باقی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

درون دیدہ اگر نیم دوست بسیار است

دوست کا فراق اگر فقور بھی ہو تو وہ فقور نہیں ہے۔ آنکھ میں آدسا بال بھی پڑ جائے تو وہ

بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا ہے  
اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے  
ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد مدح مشابہ دم کے قبیل سے ہے۔ میں نے اپنے شیخ (خواجہ غلام الہادی) سے سنا  
تھا کہ آپ فرماتے تھے مفتی داصل بہت دلعلم اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اسے ابتدا  
میں حاصل تھی۔

اور اس شوق کے زائل ہونے کا مقام اور ہے جو ازل سے اکمل اور اتم ہے۔ اور اور اس کے  
عاجز اور نا امید ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق متوقع چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور  
امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کمال جو سہایت کہاں کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع فقیری کرتا ہے تو رجوع  
کی وجہ سے مطلوب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق عود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلوب کے  
گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس کا زوال یا اس اور نا امیدی کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی  
الخلق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کمال اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس  
عود کرتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلوب کی گمشدگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے نائل ہو چکی تھی۔ تو  
جب رجوع کے باعث مطلوب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال  
کے باعث نائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ وصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہذا وصول کے بعض مراتب  
کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے داصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور تصور ہو سکتا ہے۔  
اس لیے کہ ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیل پر معنی ہے۔



جس کا تعلق اسماء و صفات ثنائیوں اور عبارات سے ہے۔ اور تفصیلی طے کرنے والے ساتھ کہ یہ انتہا متصور نہیں ہو سکتی، اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائل نہیں ہو سکتا اور جس واصل کامل کے متعلق جو گفتگو کر رہے ہیں اس سے امتداد کو پہنچ جانے والا وہ واصل مراد ہے جو مراتب کو بطریق اجمال طے کر چکے ہیں۔ اور اس مقام تک پہنچ چکا ہے جسے مذکور کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی توقف باقی ہے۔ لہذا اس سے کھینچ شوق و طلب زائل ہو جاتے ہیں اور یہ خواص اولیاء کرام کا حال ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے نکل چکے ہیں اور ذات تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ تک وصول کر چکے ہیں۔ بخلاف ان سالکین کے کہ صفات میں تفصیلاً اور شیوناً میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ میں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مبسوس و مقید رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب و وصول سے مراد یہی ہے کہ وہ صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔ اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک عروج صفات اور عبارات میں سیر اجمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور عبارات میں ہی مبسوس رہتا ہے اور اس سے شوق و طلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہذا وہ باپ شوق و تواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت و ساخت کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عہد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عہد ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ ٹکڑے جانتے ہیں جس کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر اباب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے لہذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب نہیں۔ اسے نہیں نشین کر لو۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ و آلہ و سلم۔



## مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا اور ان بزرگوں قدس سرہم کی نسبت کی  
بلندی کے بیان میں ————— خواجہ غلام کی طرف صاف فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔

مرحمت نامہ گرامی ہوا زبوں کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا، یہ حقیر اس کے درود سے مسرور اور  
خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے درود کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ  
نقشبندیہ کی مدح و ثنا میں لکھا ہے۔

مخدوم و محترم! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں جو واقع ہوا ہے  
کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور و آئمہ کی نسبت ہے جو حضور ان  
ہاں مقبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے ”یا وداشت“ سے تعبیر کیا ہے۔ لہذا ان عوینوں  
کی نسبت یا وداشت سے عبارت ہے۔ اور یا وداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پا چکی ہے  
وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور نیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء و صفات  
شیون اور اعتبارات کے واسطہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔  
یعنی لمحہ بھر کے لیے شیون و اعتبارات اکٹھے جاتے ہیں۔ پھر شیون و اعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ  
ہو جاتی ہے۔

اس تقریر و بیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب  
ہوتا ہے۔ اور اغلب و اکثر اوقات غیبت رہتی ہے۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ہاں  
کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے  
اور ہمیشہ اسماء و صفات، شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور تجلی رہے۔ تو یہ حضور بے غیبت  
کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا  
چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق و اعلیٰ جانتا چاہیے۔

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن



ہنیث الارباب النعیم نعیمہا

وللعاشق المسکین ما یتجرع

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت و قلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور و متعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک و منزہ ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائمی ہوتی ہے۔ اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ عاقل اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کنڈایں طائفہ اطمین قصور

حاش بشد کہ برآرم نہ باں ایں گلہ را

جہد شیران جہاں بستہ بایں سلسلہ اند

رو بہ از جیلہ چہاں بگسلہ بایں سلسلہ را

کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصور وار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ کوثری جیلہ بیان کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

## مکتوب نمبر (۲۸)

بندی حال کے بیان میں مگر ایسی عبارت سے جس سے تمیز اور دوری کا وہم

ہوتا ہے۔ یہ مکتوب بھی خواجہ غلام کو لکھا۔

رحمت نامہ گرامی جواز رونے کرم اس شخص کے نام لکھا تھا، بندہ اس کے درود مسعود سے مسرور ہوا، اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں کو



یاد کریں۔ اور کسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پیچھے جوئے لوگ بھروسے ہوئے لوگوں کی غفوار میں  
کریں۔

جدائی اور بھروسے ہوئے نے جب اپنے آپ کو دھماکے کے قابل نہ پایا تو گم نامی کی حالت میں  
بھروسے کوٹھے میں جا بیٹھا اور قریب سے بھاگ کر بعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا اور انصاف کے  
بھاننے انصاف کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی تو گرفتاری  
کے احسان کے نیچے آگیا۔

پہلوں طمع خواہد زمین سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازین  
دین کا سلطان جب بھروسے طمع کا طالب ہے تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک پڑے۔  
عظیم ربوط جہاد قل اور پراگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا در دوسری کرے۔ اللہ تعالیٰ  
ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات  
اکملہا کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

## مکتوب نمبر (۲۹)

اوائے فرض کی ترغیب، سنن و آداب کی رعایت، فرائض کے سامنے اوائے نوافل  
کی کم پرواہ کرنے، اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے، اور مستعمل پانی کے  
پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور مردوں کو سجدہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں —  
شیخ نظام تعافی سری کی طرف لکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور بے راہ روی اختیار کرنے سے بچائے  
اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے، بھرتہ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک تھے علیہ  
وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے سامنے  
کچھ حیثیت نہیں کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر  
ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے جو بھی نفل عبادت ہو جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ،  
اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اوائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات



میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر باجماعت ادا فرمائی، نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی، اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا، دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں، حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے، شاید اس وقت سہریا ہوا ہو، آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو وہ بہتر تھا۔

لہذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تقویٰ تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے۔ ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی، اس کے بغیر خار و در و رخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک روپیے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پانچ سو صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے۔ تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے و کذا فی بحر الرائق، ظاہر اس سے ان کی مراد کراہت تحریمیہ ہے، اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے، اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے، لہذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے، اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو اوائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا ترکیب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے اس غرض کے لیے دن کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے، اور یہ تاخیر مستحب ہے، و تراویح وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی، لہذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

لہذا اور پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا یہ نیت عبادت و ثواب و حضور کے لیے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں، کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے، اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے، ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے، اگر عقیدت کے طور پر



کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے مونے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پیش دینا ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر چند اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی کہ اگر تین بار اعضاء وضو لینے کے بعد جو تھنی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس جیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتدلوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے اور ان لوگوں کو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ پیروکار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کیا کریں گے اور فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم، علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اور علوم احوال اسے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچاننے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جانتا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شریعہ کا علم ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح و طلاق اور بیع و شراء کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے۔ اور جس کی بندے کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب سعی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب مجاہدہ، دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ لہذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آسکتا لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ بات زیادہ لمبی



کیا کرے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم  
کہ دل آزرده مشوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت تھوڑا غم دل بیان کیا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ تو دل آزرده ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔

## مکتوب نمبر (۳۰)

شعوراً فاقی اور انفسی اور عقلی صوری اور شعور و انفسی کے درمیان فرق۔ اور مقام عہدیت کے شان کی بلندی اور اس مقام کے علیم کی علوم شریعیہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت رکھنے والے اُمم کے بیان میں۔ — ملاحظہ صیدی صاحب جو اس درگاہ مجددیہ کے قدیم خادموں میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھامیری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کامل اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے علیہ و علی آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات اکملہا۔

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرا محض کذب و افتراء ہوگا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیہودہ گو کی زبان اس کے لائق ہو۔ مثل رکھنے والی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے۔ اور حادث قدیم کو کیسے تلاش کر سکتا ہے۔ اور مکانی شے لامکانی ذات تک کب تک دوڑ سکتی ہے۔ ہر چارے کے پاس اپنے سے باہر کوئی شے نہیں اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گز نہیں ہو سکتا۔

ذرہ گر بس نیک و ریس بد بود!

گرچہ عمر سے تنگ زندہ در خود بود

ذرہ کتنا ہی اچھا یا کتنا ہی برا ہو۔ ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔



یہ معنی بھی سیرِ انفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے، میسر ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند  
قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے: اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے  
ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے:  
وَرَفَى أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔  
یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات موجود  
ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیرِ آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل و نتیجہ بے حاصل ہے۔  
بے حاصل کے لفظ کا اطلاق اصل مطلب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و معذات  
آبادہ کرنے والی اشیاء میں سے ہے۔

شہودِ انفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہودِ تجلیِ صوری کی مانند جو متجلی نہ کی ذات میں  
ہوتی ہے خیال نہ کرے۔ حاشا و کھلا تجلیِ صوری جس قسم کی بھی ہو سیرِ آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا  
حصول علمِ الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہودِ انفسی میں داخل ہے جو مراقب کمال  
کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق واستعمال میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح  
ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نمونہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نمونہ  
ہے۔ چوں امکان کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے

اتصالے بے تکلف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

ایک گفتم ناس را ناس نہ ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے لیکن

میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں، ناس یعنی کالمیں و عارفین اور

واصلین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہودِ صوری کے ساتھ شہودِ انفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول  
ہے۔ کیونکہ تجلیِ صوری متجلی نہ (جس پر تجلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے  
لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس تجلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے  
برعکس سیرِ انفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلتِ معرفت کی وجہ سے ان دو قسم  
کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگرچہ جان نہیں کہ بقائے  
ثانی جسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں۔ تو



شاید اس وجہ سے نجات پا جائیں

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقاء باللہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بقاء جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنائے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پیسے ہے۔ اس کا زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے۔ کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں۔ لیکن وہ بقاء جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال اور فناء سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فنا دائمی ہے۔ عین بقائیں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقاء جو زوال پذیر ہیں احوال کونیات کے قبیلہ سے ہیں اور جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سترہ فرماتے ہیں کہ وجود عدم و ہود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف عموماً نہیں کرتا۔ لہذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (میشد) ہے۔ ان کا کوئی مخصوص وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرتے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ تو حالات کو بدلنے والے کے ساتھ ہے لہذا نہ ان کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال کے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق استعمال اس وقت کے اثر یعنی تعین وغیرہ کی بقاء کے اعتبار سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے۔ لیکن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظلم گستاخ ہیں۔

بات لمبی ہو گئی، ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ کی فضیلت قدس میں مجال سخن نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور زلت و انکسار کی بات کرنی چاہیے۔

پیدائش انسانی سے مقصود و وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور درمیان راویں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانیہ کے ماسوا کے ہر طرح کا تعلق قطع کر لے عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کملائے گا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گرفتاری سے پوری طرح نجات پا جائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات ماسوا سے



زیادہ نہیں۔ لہذا مراتب و درجات کی انتہاء مقام عبودیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبودیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ سو اسے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفات کے لحاظ سے مکمل استغناء ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عز و سلطانہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیت کا اطلاق بھی مناسبات میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اس سبحانہ و تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرات نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو فعال نہیں جانتے۔ بقث بندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ان دو ان افعال کا کاسب و مباشر نہیں کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شجرہ باز پر وہ کے تیکھے میخ پر پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب و غریب کے افعال ان میں ایجاد کر دے۔ دور بین لوگ جان لیں گے کہ ان جمادی صورتوں کے افعال کا مجدد وہ پر وہ نشین شخص ہے۔ لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہذا کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شجرہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات و التسلیمات کی شریعتیں بھی یہی کہتی ہیں۔ وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق سرزنج یہ ہے کہ فاعل متعدد ہیں اور خالق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید وجودی کے بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستی و صحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکرگی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے کہا ہے۔ اس کے باسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور باسکر وقت اور غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبودیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ لوگوں



موجود رہتا ہے۔ ج

گر مجموعہ مستخرج ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور استدلالی معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تاکہ معارف شرعیہ سے نائد کچھ حاصل کرے۔ اگرچہ راہ میں علوم شرعیہ سے نائد کچھ امور سامنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچا دیا تو وہ تمام نائد امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح غم ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیل کے رنگ میں علم و دانش میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور استدلال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف کی فراخ اور کشادہ فضا میں آ جاتے ہیں یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے، یہ بزرگوار انہی علوم کو امام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ علوم بطریق اجمال شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو تفصیلاً اور کشفاً ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کالین اولیاء کرام میں سے بعض کو بڑی صدیوں اور ازمنہ درازہ کے بعد منتخب کرتے ہیں۔

دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلال مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل سلاطاً کی مکت اس میں ہو۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر (۳۱)

توحید و جدوی کی حقیقت کے طور پر اور خدا تعالیٰ و تقدس کے قریب اور معیت ذاتی اور اس مقام

سے آگے گزر جاتے اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیخ صوفی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم السلام من الصلوٰۃ

افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔



وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ میں شیخ نظام تھا فیرمی کے کسی دوست نے اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) وحدت وجود کا منکر ہے۔  
اس ناقل نے مجھ سے التماس کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے خدام کو لکھ بھیجوں تاکہ لوگ اس نقل سے کچھ اخذ کر لیں اور بدگمانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سرور دی کرتا ہے۔

مخدوم و مکرم باکم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید و جود والوں کے مشرب جیسا تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سترہ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطنی کی پوری نگرانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیر کا بیٹا بھی نصف فقیر کے مطابق فقیر بھی اس مشرب کے از روئے علم خط و اقرار لذت عظیم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محسن اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ خفائی و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے نوید ہمارے شیخ و مولیٰ اور قبلہ محمد الباقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسترہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف توجہ بالغ مبذول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید و جود ہی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں غلہ پیدا ہو گیا، اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے اور اس مرتبے کی باریکیوں میں سے کوئی کم ہی باریکی ہو گئی جو منکشف نہ کی گئی ہو شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے ذائقے پورے طور پر ظاہر واضح کیے گئے۔ اور تجلی ذاتی جسے صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔ اور اس تجلی کی نشانات میں فرماتے ہیں:

وما بعد هذا الا العدم المحض اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے۔

مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الولاية کے ساتھ مختصر میں کیا ہے، وہ تفصیل سے معلوم ہوئے۔ اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید و جود میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطوط میں جو حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے یہ دو بیت بھی جو سرا سر لکھ دیے گئے

اے دروغیا کیں شریعت ملت اسمانی است	ملت ما کا فری و ملت ترسانی است
کفر و ایمان زلف و روی آں پر نیسانی است	کفر و ایمان ہر دو اندر راہ مایکسانی است
افسوس! یہ شریعت نامینوں کی شریعت ہے	ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے
کفر و ایمان اس زیبا شکل پر ہی کی زلف و چہرہ ہیں	کفر و ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں



یہ حال مدت وراثت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا اچانک حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے پردہ کو اٹھا دیا۔ پہلے علوم ہوا تھا اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے۔ اور احاطہ اور ذات حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔ اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم جل شانہ کے لیے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے، جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سبحانہ کے ان قرار پر اچکا ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے خارج سے خارج ہے۔ بے مثل و بے کیفیت ذات کو ذی مثل و ذی کیفیت کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ متمتع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی۔ انقلاب حقائق عقلی اور شرعی محال ہے۔ ایک کا عمل دوسرے پر بالکل متمنع ہے۔

تعبث ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔ تو درست اور صواب وہی ہے جو علما اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔ اور جس وقت توحید و ہدوی کے منشر کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے۔ تو فقیر کو بڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ فقیر اس توحید و ہدوی سے بے بہرہ و محروم نہیں جانتا تھا۔ اور بڑے عجز و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چہرے سے تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی منکشف اور ظاہر ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے۔ لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور ظل عین اصل نہیں۔ جس طرح توحید و ہدوی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گونا گوں کمالات کو میدان ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ محض امور کو معرض وضاحت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف



اصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں یا بالذات اس کے قریب ہیں یا بعیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان والیت اور مدلولیت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پر ولایت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پر موجود ہیں۔ عینیت، اتحاد اور احاطہ وغیرہ کی نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اوہام اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہریت اور منظریت اور مدلولیت اور والیت متحقق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ وہی نسبتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرا اور مبرا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت۔ تو یہاں والیت اور مدلولیت و ظاہریت و منظریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدیر کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمانی اور صفاتی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور یہی تعلق بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعضے احکام و ہدایہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبات کی صورت قوت خیالیہ میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تکرار ان احکام کا کسی قدر ذوق عطا کر دیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے۔ کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حسن عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتی ہے یہ توحید پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور شریعت کے مطابق و موافق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے بیکار فلسفی تکلفات ہیں جن کے متعلق فلاسفہ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قوانین شرعیہ کے مطابق کر لیں۔ "اخوان الصفا" اور اسی طرح کی کتا ہیں اسی طرح کی ہیں۔



اس باب میں آخری بات اتنی ہے کہ خطا کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ اس پر ہدایت و غتاب نہیں ہے بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجتہدین کے تقلید مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ صواب کا پاتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں کہ یہ معذہ و قرار نہیں ہوتا اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ کشف والعام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہذا اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے۔ بلکہ واجب و لازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو تعینات کو یہ تھے آئینوں میں ہوتا ہے وہ بھی گزشتہ احکام کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت و کثرت یا شہود احدیت و کثرت کا نام دیتے ہیں کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس جو بے مثل و بے مثال ہے صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ لامکانی ذات مکان میں نہیں آ سکتی۔ بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لامکانی ذات کو مکان سے مایہ میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق و انفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ اللہ قدس نے فرمایا ہے: ”جو کچھ دیکھا یا سنا یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔“

درنگن سے صورت معنی چکونہ گنجد

صورت پرست غافل معنی چو انداخو

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آ سکتا ہے؟ اور گدائوں کے جھروں بادشاہ کا کیا کام ہے؟

صورت پرست غافل شخص معنی کو کیا جان سکتا ہے؟ یہ معشوق کے جمال پر شیدہ سے کیا تعلق قائم کر سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی عبارات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی

صریح طور پر وحدت وجود اور احاطہ اور قرب و حمیت ذاتی اور شہود وحدت و کثرت اور احدیت

و کثرت وار و اور موجود ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود و احوال راستے کے وسط میں ان کے

سامنے آئے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزاریا گیا جیسا کہ فقیر نے گزشتہ صفحات میں اپنے حالات کا



ذکر کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احدثیت صرف کی جانب باطن میں پوری نگرانی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت میں ہے، ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشترک کرتے ہیں، باطن میں احدثیت کے نگران رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس فقیر نے اس کتب کے ابتدائے میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب و احاطہ ذاتی نہیں ہے نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہوگا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے انداز سے کے مطابق حکم لگایا ہے جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے آئینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جاسکے۔ اس شخص کو بھی معرفت میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں معذور ہے۔ بھوٹ بولنے کی ملامت کا وہ مستحق نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جن احوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف کی بنا پر تھا، تاکید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے حجت بھی نہیں ہے۔

بھوٹ کا شبہ دور کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ بعض امور عرفیہ میں ممکن کا واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ممکن ہوا جب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الامتیاز چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الاشتراک نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگادیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال و گنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔



## مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مفسر میں ہے۔ اور اولیاء میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرف کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام ممدی میں اتم طریقہ سے اس کا تصور ہوگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ سلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے افکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں تریا واتی اور اخاذ مسلسل تصور فکر سے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اس صرافت پر ہے تو موجب نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک لے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں — مرزا حسام الدین احمد کی طرف صدارت فرمایا

آپ کا التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دور افتادہ لوگ یاد سے اور محفل نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی وقت ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ حج

بارے پیچ خاطر خود شادی کفر

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

مخدوم گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تحریر بلکہ بطور تقریر اور نہ بانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاکہ کسی فہم میں کچھ اور نہ آجائے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے جس نطن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضر ہو یا صحبت و راز جس طرح بھی ہو وہ کار ہے۔ اس کے بغیر رنج و محنت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے

آسودہ شبے باید و خوش ہوتا ہے تا باتو حکایت کفر از ہر بابے

آرام و رات ہو اور خوش طبع چاند جیسا مشتوق تاکہ تجھ سے ہر باب کی حکایت بیان کر دوں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و معارف جدا گانہ ہیں اور اسوال و مواجید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب ذکر اور توجہ ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تلاوت اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مفسر میں ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دونوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے



جو حجت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے نہ جذبہ بے کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علاقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمیٰ سے شرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اگرچہ کسی وجہ کی مشابہت ہو۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام مدنی علیہ السلام میں ان شاء اللہ تعالیٰ اتم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ رحمہم اللہ سبحانہ میں سے کسی نے کم ہی اس کی خبر دی ہے۔ تو اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق کیا گفت کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ نادار الوجود نسبت اولیٰ قدم میں ہی ظاہر ہو گئی اور ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے شرف کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے قدم کی نسبت پر قربت کرتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد سعادت مند کرتے ہیں۔

ابتدا میں ہی اس نسبت کا ظہور صحبت خیر البشر علیہ علی آلہ الصلوٰات والتقیات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو شرف کریں بیان تاکہ اس کی صحبت سے بھی اتنا رہیں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

فیض روح القدس از باز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آئینہ مسیحا می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتدا کا انتہا میں اندراج حاصل ہو جاتا ہے جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں ہے

ومن بعد هذا ما يداق صفاته

وما كلفه احطى لذيہ و اجمال



(توجہ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔ اور وہ چیز ہے جس کا پھیلنا

نہایت ہی نازک ہے اور اس کا پوشیدہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیال سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض غلو میں لایا جائے گا۔ اور توفیق نہایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن دوستوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

میاں شیخ الہمداد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہوتی چاہیے۔ ندامت بھی توبہ ہے۔ شفاعت چاہنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر حال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے، دوسری طرف کو وہ جانیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرہند کو اپنی منزل تصور کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت و نسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

مخدوم زادے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ رقعہ لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ دوستوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے کیونکہ اجمال میں اہم ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

مخدوم گرامی! عفو و درگزر اس صورت میں مطلوب و متصور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو بُرا جانے اور ندامت و پشیمانی محسوس کریں، ورنہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر و شگیر قدس سرہ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے روبرو شیخ الہمداد کے سپرد کیا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر سپرد کرنے سے یہ مراد ہے کہ فقراء اور آئے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں، تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ طالبوں کی تربیت کریں اور شیخیت کے مقام میں بیٹھیں تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بار کی ملاقات میں پیر و شگیر قدس سرہ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تمہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ



شیخ الحداد ہماری طرف سے جا کر بعض طلبوں کو مشغول و مصروف رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالات ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے دوبرو طلب کرنے اور مشغول باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقف تھا جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو تجویز کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محسن کی جنس سے ہے، خاص کر جب کہ ضرورت پر یعنی ہر اور ضرورت کی چیز باندازہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ کے زمانہ حیات ظاہری کے ساتھ خاص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغول باطن کا سبق دینا اور طلبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر و مستگیر قدس سرہ کی نسبت باقی ہے یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مخدوم گرامی! علم و معرفت کی تکمیل مختلف افکار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ قواعد و نحو جنہیں سیمیریہ نے مقرر کیا تھا، متاخرین کے افکار نے اسے کس قدر زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ رکھتے تھے، وہ حضرت خواجہ عبدالغفار قدس سرہ کے زمانہ میں نہیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ہمارے خواجہ تو خدا سکر اس نسبت کی تکمیل کے ورپے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہر جگہ تھی اسے کامل خیال نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی و فاعلی تو بارادہ خداوندی بل سلطانہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سب و کوشش کرنا کہ اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہو مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گی۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے آپ کی نسبت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات بار بار آپ کے سامنے کسی گئی تھی۔

بے پوارہ شیخ الحداد نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سمجھانے اور قائم رکھنے والا کون ہے؟ ظاہر کریں تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں یہ محض خیالات ہیں ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقت ور دشمن ہے۔ اس کی فریب کاریوں سے پہنچنا مشکل ہے۔ وہی شخص پہنچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کروہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مخدوم گرامی! وہ سلب کتنا



اعتبار ہی طور پر نہ تھا، جیسا کہ بوقت حاضری ذکر کیا تھا۔ اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیال ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں، حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں۔ اگر آگ کے انکار سے کوئی دیکھیں اور بھاویں، پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے۔ اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ سو ہو رہی ہے۔ یاد رکھیے، واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پوشیدہ ہے تو انتظار میں رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا، اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

## مکتوب نمبر (۳۳)

علماء سود کی خدمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتاریوں اور علم کو حصول دنیا کا فائدہ بنارکھا ہے۔ اور نہ ہی علماء کی مدح و ثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں۔

ملاحظہ فرمائی کہ علماء کی طرف سے دنیا کی محبت اور اس کی طرف سے رغبت کرنا ان کے چہرہ جمال پر بدنامی ہے۔ مفلوک کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور امت کی تقویت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کسی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فتور اور فحور وائے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر  
بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے۔

علماء سود پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہاں کو اس سے منافع حاصل ہوتے ہیں لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر محبت مکمل کر دی۔

ان اشد الناس عذاباً بآیه القیمۃ  
سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہوگا



عالمہ بنفعہ اللہ یعلیہ جیسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں مفید اور نقصان دہ نہ ہو۔ حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اثرات سے ہے۔ اسے انہوں نے کمینہ دنیا اور مال و جہاد اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدتر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ ورسس تدریس اور فتویٰ دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے جو اور جہاد و شہرہ اور حصول مال و زر اور بلندی چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت و نشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء سب لوگوں سے بُرے اور دین کے پھور ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا مفتداد اور سب مخلوق سے بہتر دین خیال کرتے ہیں:

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ أَلَا  
إِنَّهُمْ هُمُ الْكَافِرُونَ ۚ اسْتَحْوَذَ  
عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ  
اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا  
إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

وہ گمان رکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔  
سن لو یہی جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب  
آ گیا ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی  
ہے۔ یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سن لو ابلیس  
کا گروہ ہی ہمارے میں ہے۔

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس لعین فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور دلوں کو ہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہرستی اور ہلاکت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتوہ جو دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے اور ان کی فیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جہاد و ریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے وارث ہیں۔



یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور نور العلماء و عبادة یعنی علماء کا سونا بھی عبادت ہے انہیں کی شان میں فاروس ہے۔ یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور بے باقی کا انہیں شاید ہر چمکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو زوال اور فنا کے وارغ سے وارغ مار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا شاید وہ خدا کے لایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جانتا آخرت کی عظمت کے مشاہدے کے لوازمات میں سے ہے۔

لان الدنيا والآخرة ضئيلتان ان  
رضیت احداهما سقطت الاخری

کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکھیں ہیں۔ اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔  
اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اصلاً کے جمع ہونے کے قبیلہ میں سے ہے۔ حج

ما احسن الدين والدنيا لو اجتماعا

کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں جمع ہو جاتے۔

ہاں مشائخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آچکے ہیں بعض تقاضائی نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کر رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سبے فارغ اور آزاد ہیں:

رجال لا تلهيهم تجارتهم ولا بيعهم  
عن ذكركم الله

ایسے مردان حق ہیں جنہیں سوداگری اور خرید و

فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی

تجارت اور بیع و شر و غیرہ ان کے لیے ذکر حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امور دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ میں نے معنی کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی یاد حق سے غافل نہ تھا۔



## مکتوب نمبر (۳۴)

حسب گنجائش بسط و تفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواب ہر غمہ کے بیان میں۔  
یہ مکتوب بھی لا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آناسید کوثرین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحبہ کی متابعت کے سرمہ سے محروم ہے، عالم امر کی حقیقت سے ناہینا ہے۔ یہ جائیکہ اسے مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے اور اس میں بھی ناتمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواب ہر غمہ ثابت کیے ہیں سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جو مادہ سے مجرد شمار کرتے ہیں یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور محبت بالذات کیلنگی اور پستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل، تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مثلاً میں آنے والی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا سُرخ بے چوٹی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف ہے۔ عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب نے اوپر روح ہے، روح سے اوپر متر اور متر سے اوپر خفگی ہے اور خفگی سے اوپر اخفگی۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواب ہر غمہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند خدفت ربیوں کو اکٹھا کر کے جواب ہر غمہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواب ہر غمہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا



نمود ہے جو عالم کبیر میں بانی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود و ثابت ہیں۔ عرش مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبدا ہے جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش الشد کہہ دیتے ہیں۔ اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے جس طرح عالم صغیر میں انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونگی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیٰ و کرام میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک غیبی سے ملے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

ہر گداۓ مرد میدان کے شود      پشہ آخرو سلیمان کے شود

ہر گدا مرد میدان کب ہو سکتا ہے      پھر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ و جواب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل و سایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔

ایں کار دولت ست کنوں تاکرا و ہند

یہ دولت غلمی کا معاملہ ہے۔ دیکھو اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے مخفیاتی کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے کیونکہ اس کے معانی و مطالب پوشیدہ نہایت دقیق و باریک ہیں۔ تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھے۔ علم میں راسخ لوگ جو:

وَمَا أَوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِیْلًا      تمہیں تنہو ز اس علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

هٰنِیْثًا لَا مَرٰیَبَ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا

نعت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست کہ از پر وہ بروں اقتدرانہ      ورنہ در محفل زندان خبرے نیست کہ نیست

مصلحت کے خلاف ہے کہ از پر وہ بروں سے باہر آئے۔ ورنہ زندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی



ان کو نذر نہ جو۔

آپ کو اسلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ وعلیہم من الصلوٰۃ والتسلیمات ائمہا وآذوہا کی متابعت اپنے اوپر لازم کر لیں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تصور اس حال تحریر میں لایا جائے۔

جانتا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ و واسطہ کی مانند ہیں، اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں، کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے، اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں، حضرت ذات اقدس تعالیٰ و تقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر، خفی، اخفی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔

تسلم اینجا رسید و سر بشکت

قلم بیان چنچا اور ٹوٹ گیا

## مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف دونوں برابر ہیں۔۔۔۔۔ یہ مکتوب بھی میاں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور قریبیں بھرمتہ سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نظر کی بھی سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہے تاکہ باطل انہوں کی عبادت سے جو خواہشات نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آجائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک معبود برحق تعالیٰ و تقدس کے اور کچھ بھی قبلہ توجہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابرار کے کام سے ہے۔ مقررین انہیں بھی برائیوں میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں گردانتے۔ یہ دولت



حصول قنات سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہوجانے کے بعد ہے، جہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں۔ تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے اور اسے طلب کرنے میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے حظ نفس مطلوب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور پناہ مانگنا رنج اور محبت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرغوب اور پسند اور عین مطلوب ہے۔ کل ما یفعلہ المحبوب محبوب۔ محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت اس جگہ باتھ آتی ہے اور باطل انہوں سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا محض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے۔ محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے، رہنے اور عیب طال بات ہے۔ فناء مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر باتھ میں آتی ہے۔

عشق آن شعلہ است کہ چوں بر فروخت  
ہر چه جز معشوق باقی جملہ سوخت  
تیغ کا در قتل غیر حق براند  
در نگہ زان پس کہ بعد از لاپہ ماند  
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت  
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت  
عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔  
غیر حق پر لا کی تکرار چلا دیتا ہے۔ یہ تکرار چلنے کے بعد پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا ہے۔  
صرف اللہ رہتا ہے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ۔

## مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام دنیوی اور اخروی مساواتوں کی ناسم و تعمیل ہے اور کوئی مطلب و مقصود ایسا نہیں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف انسان مستلج ہو۔ طریقت و حقیقت اسی شریعت کی غاوم ہیں اور اس کے مناسب ثبوتوں کے بیان ہیں۔ یہ خط بھی



ملاحی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کی حقیقت سے متصف کرنے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔ عمل۔ اخلاص جب تک یہ تینوں جزو نہ پاسے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔  
اللہ تعالیٰ کی تعویذی رضا مندی بھی بہت ہے

اس لیے شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو بطریق و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ وہ ہم و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش لوگ حیران و موجد کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ ہم و خیالات کے زندانِ خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ  
مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی طرف  
تو ان کو بلاتا ہے۔

اَللّٰهُ يَخْتَارُ اِلَيْهِ مَن يَّشَاءُ وَ يَهْدِي مَن يَّهْدِي  
اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے جسے چاہتا ہے  
اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف ہدایت دیتا ہے  
جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواجید کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔



پس یہ امور مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ علیہ السلام والصلوات والتسلیمات کے مدد سے پورے دس سال بعد اس فقیر پر منکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شرع پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا، اور شریعت کی حقیقت کے تحقیق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد کامل طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکاً علیہ۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے بے حزن و پر اگندگی کا باعث ہے۔ ان کے مخدوم زادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور فاتحہ خوانی کریں۔ والسلام

## مکتوب نمبر (۳۷)

بلند سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیتہ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت کے حصول کی طرف رغب کرنے کے بیان میں —  
شیخ محمد پتھری کر لکھا۔

مراسلہ شریفہ اور مکانہ لطیفہ جواز روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا بندہ اس کے مطالعہ سے مسرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و پختگی کا آپ نے لکھا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہاء ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر اسرخی گندھاک یعنی اکسیرا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیتہ کی اتباع سنت پر معینی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موصلا و محار بارشش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا اللہ سبحانہ کی عنایت سے کر لیا گیا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ سوائے اس کے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہو جائے۔ اور احوال و مواجید اور باب فوق کے حوالے ہو جائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور



ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ ع

کار این است غیر این ہمہ بیج

اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب بیجا ہے

موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی تمام نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔ سردیوں کی عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے۔ اس بارے میں فقیر بے اختیار ہے۔ ہمیں چاہتا کہ بال برابر بھی اونے نمازیں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عوارض مستثنیٰ ہیں۔

## مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بخت تعالیٰ و تقدس کی محبت میں گرفتار ہونے کے بیان میں ہر اسماء و صفات اور شیعین و اقبالیات سے منزه اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچنے والی جماعت کی مذمت میں جو چون کو بے چوں تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اہل فنا کے اقدام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی تفاوت پر علوم و معارف وغیرہ مرتب ہوتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی شیخ محمد خیر کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف لا۔ فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بخت سبحانہ تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء و صفات ہی ہوں۔ اور متکلمین نے جو صفات کو لاہو و لا غلبہ کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے غیر بمعنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عز و سلطانہ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ صراط مستقیم سے انحراف ہوگا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لیسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ

اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

فارسی میں اس کا ترجمہ بے چون و بے چگون ہے۔ اور علم، شہود اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر



ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلاماً اللہ کے نیچے  
لا کر اس بے چوں و بے چگون ذات کا اثبات کلاماً اللہ سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً  
ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

بعض ارباب سلوک سے جو نہایت کارنگ نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر بیٹھے  
ہیں اور شہود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں ارباب تقلیدان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیوں کہ  
ان کی تقلید نور نبوت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سہو و خطا کو اس طرف  
راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مفقدا اور پیشوا غیر صبیح کشف ہے ع  
یہ ہیں تفاوت زیادہ از کمہاست تا بہ کہا

دیکھئے ایک راستے کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں لیکن  
نہیں جانتے کہ یہی اثبات عین انکار ہے۔ امام مسلمین امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:  
سبحانک ما عبدناک حق تیری ذات پاک ہے۔ جیسا تیری عبادت کا حق  
عبادتک و لیکن عن فناءک ہے۔ ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں  
حق معرفتک۔ کر سکتے لیکن جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے اس طرح  
ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہ  
کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ پہچان لیں۔  
کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام و خاص اور مبتدی و مفتی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔  
میں کہتا ہوں یہ نادان علم و معرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور مفتی کو معرفت۔ اور  
معرفت فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی روم غفرلہ  
میں فرماتے ہیں ۵

پہنچ کس را تا نگر و اوست نیست راہ در بارگاہ کبریا  
کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا

تو یہ معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جانتا چاہیے کہ علم متعارف سے اور پر ایک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور



اسے اور آگ بسط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حلقہ میں ہمہ آخر بہرہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

حافظ کی یہ سب فریاد و بہرہ نہیں، بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے۔

اتصال بے کیفیت و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

ایک گفتم ناس را ناس نہ ناس غیر از جان جان است ناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ آنے والا اور بے کیفیت اتصال و تعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کائنات کا نہیں

تو صرف جان جان و محبوب حقیقی کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ فنا میں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں تو ضرورتاً مستی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر

فضیلت حاصل ہے۔ جس کی فنا اتم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور جو فنا میں کم درجہ ہے اس کی

معرفت بھی کم درجہ کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب ہیں۔

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصلی نامراد ہی بے استقامتی

اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دوستوں سے مدد و اعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے

کیا مناسبت ہے

اگر از خویش چو نیست جنیں چہ خبر دارد از چنان و چنیس

ہاں کے مشکم میں پڑا ہوا بچہ جب اپنی فات سے بھی واقف نہیں تو اور اور کھڑکی کی خبر کئے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اہوازت نہیں دیتی کہ انسان اپنی قسم کی چیزوں اور سفل

قسم کے سرمایہ کی طرف اتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور التفات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر ہا

کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے، اگرچہ وہ بھی اس فات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر

تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے، اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگرچہ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے

اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے وصال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا وصال نصیب ہوتا ہے، اگرچہ

پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا جو ذکر واقع ہوا ہے

اس کے معنی ارباب کمال کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ تاہم سیدہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا محال اور



و ناممکن ہے سے

دنیاء بد حال پختہ پختہ خام ! پس سخن کرتا و باید و السلام

پختہ آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا، لہذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے و السلام

آپ نے مکتوب کا عنوان ہوا الظاہر ہوا الباطن کے کلمہ سے مزین و آراستہ کیا تھا۔ مخدوم گرامی ہوا الظاہر ہوا الباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی اور باب توحید کے معنی کی درستی سے نوعیت رکھتی ہے :

کل مبدیٰ لما خلق له ہر شخص کو وہی چیز مبدیٰ ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

ع ہر کے باہر کار سے ساختہ

کارکن قضا و قدر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز اس فقیر پر لازم و ضروری ہے اور جس کا وہ مکلف ہے وہ اوامر کی بجائے اوری اور ممنوعات سے بچنا ہے

مَا أَمَّاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ

جو چیز رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے روک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

ڈرتے رہو۔

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر مقصور نہیں اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض خدا تعالیٰ کی عطا ہے لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ کسب مقدمات اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال در صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے آخری مقام پر ہی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یا ناقص لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ تقدیر اولیٰ پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء و صفات کی تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس کرتے ہیں تو اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے اتمام تجلیات سے اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورت تو مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق و لذت میں ہوتا



ایں کار دولت است کنوں تا کرادہند

یہ دولت عقلی کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات میں ہے جن کا بجالانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ تو علماء و نیکو کار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا کے مشرف نہیں ہیں، اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاصی اور گنہ گار متصور ہوں گے۔ کیونکہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ نفس اخلاص انہیں بھی حاصل ہے، اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

## مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دار مدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں

سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی اور باتوں میں — یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ حضور سید البشر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے اپنے ماسوا سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دار مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہ و تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں ہو سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے، دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے علماء اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والہ نتیجہ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔



## مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کمال کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت حقد کی خادم ہیں اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں — شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

تَحْمَدًا وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہِ وَسَلَامٌ۔

مخدوم گرامی! منازل سلوک اور مقامات جذبہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت حقد کے تین جزو ہیں۔ علم۔ عمل۔ اخلاص۔

تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جزو اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر مخلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے اور اکھروٹ و زاریل و معمول چیزوں پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے بطریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے؟ اکثر لوگ شریعت کو پست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سکروستی میں نکل ہوئی باتوں کے دھوکے میں آچکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں راہ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔

۴۰

اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے حسن توفیق سے دفتر اول کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔  
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ و صحبہ اجمعین وعلینا معهم  
برحمته وھو ارحم الراحمین



# قطعة تاریخ طباعت

از ترجمہ مکتوبات قدسی آیات اول و قراول

نتیجہ فکر

جناب مولانا سید شریف احمد صاحب شرافت نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بحمد اللہ از لطف پاک خدا پیایاں شد این نسخہ با صفا

تصنیف آل قطب الانحطاب جناب مجدد ولایت مآب

کہ در انکشاف علوم شہود باقران خود مثل وے کس نبود

بسی مبارک محمد سعید کہ در عمدہ خود دست مروی رسید

بعلم و عمل مستہر در جہاں بیانش نمودہ بار و نہاں

چو شد چاپ این حقہ اولیں مکاتیب فخر زمان زمیں

شد از نشر افت سبب اظہور

کلام تصوف، شراب طہور

۱۳

۱۴

۱۵

کتبہ محمد یوسف خوشنویس ساکن حضرت کیلیا ذالہ ضلع گوجرانوالہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۳۴۰ھ